تھا۔ چونکہ کوئی ایک عرب کارندہ اس سے بے ادبی سے پیش آیا اس لئے اس نے جھگڑا شروع کردیا اور جلد ہی خارجیوں کا مذہب اختیار کرلیا اور اسے مخالفت کرنے اور انتقام لینے کا وسیلہ بنالیا۔ سیستان کے بہت سے خارجیوں کو جمع کرلیا اور قدرت حاصل کرلی۔ ہارون الرشید کے کارندوں کو شکست دیدی۔ سیستان کے لوگوں کو خلیفہ کے گماشتوں کو خراج ادا کرنے سے باز رکھا، خراسان کے حاکم علی بن عیسیٰ سے جنگ شروع کردی، ان تمام سرداروں کو جو اس سے جنگ کے لئے آئے تھے، شکست دیدی اور کرمان، خراسان اور سیستان کے معاملات کو خلیفہ اور اس کے گماشتوں کے لئے تباہ کردیا۔ اس نے ایسی تباہی پھیلائی کہ علی بن عیسیٰ نے ہارون الرشید سے مدد طلب کی۔ خلیفہ نے خود خراسان کی راہ لی لیکن وہ راستے میں فوت ہوگیا۔

حمزہ پسر آذرک کی عظیم کامیابیاں اس بات کا سبب بن گئیں کہ اس کے بارہ میں ابو مسلم کی طرح مشرقی حصے کے ایرانیوں میں داستانیں رائج ہوگئیں۔ امیرالمومنین حمزہ کی داستان یہیں سے وجود میں آئی ہے لیکن بعد میں یہ داستان سید الشہدا حمزہ کی داستان سے خلط ملط ہوگئی۔ اس کتاب کا ایک عکسی نسخہ تہران یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے اور حال ہی میں شائع ہوگیا ہے۔ اس کتاب کا اسلوب نگارش اور اس نسخے کا رسم الخط، یہ سب اس کے قدیم ہونے اور مغول حملے سے قبل یا ساتویں صدی ہجری کے اوائل سے متعلق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

حمزہ کے عنوان سے ایک دوسری داستان بھی ہے جو امیرالمومنین حمزہ کے قصے سے مختلف ہے اور پیغامبر اسلام کے چچا عبدالمطلب کے لڑکے سید الشہدا حمزہ کے بارے میں ہے۔ دوسری تمام عامیانہ داستانوں کی مانند، اس ”حمزہ نامہ“ کی مختلف روایات موجود ہیں۔ اور انہیں ”حمزہ نامہ“، ”اسمار الحمزہ“، ”امیر حمزۂ صاحبقران“ اور ”رموز حمزہ“ ایسے نام دیئے جاتے ہیں۔ اس داستان کی یہ روایات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ”رموز حمزہ“ اسی

کتاب کی جدید تر اور مفصل تر روایت ہے۔ اس میں نئے نئے لوگ اور واقعات ملتے ہیں اور داستان کے ہیرو اور اہم کیرکٹر، ظہورِ اسلام کے دورِ اول سے انتخاب کئے گئے ہیں۔

"حمزہ نامہ" سے ہمیں اس امر کا علم ہوتا ہے کہ بہادری اور جوانمردی کے جو قصے پہلے ایرانی لوگوں اور پہلوانوں سے متعلق ہوتے تھے، اسلام کے رائج ہونے کے بعد رفتہ رفتہ ان کی شکل تبدیل ہو گئی اور ان قصوں میں مذہبِ اسلام کی اہم شخصیتوں یا عرب سواروں نے نیا مقام حاصل کیا۔ اسی طرح بزرگوں جیسے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزندوں یا ایران کی عظیم اسلامی شخصیتوں جیسے ابو مسلم خراسانی اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں سے متعلق داستانیں ایران کے مسلمانوں میں رائج ہو گئیں۔ "داستان ابو مسلم" یا "ابو مسلم نامہ" ایک مفصل سرگذشت ہے۔ اس کی ایک جدید روایت جو گویا صفویوں کے عہد سے تعلق رکھتی ہے، دیکھنے میں آئی۔ اس کے چند نسخے بھی... دستیاب ہیں۔

اسلام کا نظامِ عدل اور تصورِ مساوات

اصول شریعت کی روشنی میں

(۲)

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ولقد کان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وھو نبی ... لا یدعی لنفسہ قداسۃ ولا امتیازا' وکان یقول ... ھل کنت الا بشرا رسولا' وکان قدوۃ لخلفائہ والمسلمین فی توکید معانی المساواۃ بین الرؤساء والمرؤسین ......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے لیکن آپ نے اپنے لئے کسی قسم کا قانونی تقدس یا امتیاز روا نہیں رکھا۔

آپ کہتے تھے میں تو صرف ایک رسول ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سارے خلفاء اور تمام مسلمانوں کے لئے ارباب حکومت اور رعایا کے درمیان مساوات پر سختی سے عمل کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

دخل علیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) أعرابی فاخذتہ ھیبۃ الرسول فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ھون علیک فانما أنا ابن امرأۃ کانت تأکل القدید[1] ......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدو حاضر ہوا ہیبت رسول سے کانپنے لگا حضورؐ نے اس سے فرمایا ڈرو نہیں میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھے گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

لہ بحوالہ زاد المعاد صفحہ ۵۹ / ۱

وخرج اثناء مرضه الأخير بين الفضل
بن عباس وعلی حتی جلس علی المنبر ثم قال
ایها الناس من کنت جلدت له ظهرا فهذا
ظهری فلیستقد منه، ومن کنت شتمت
له عرضا فهذا عرضی فلیستقد منه، ومن
أخذت له مالا فهذا مالی فلیأخذ منه
ولا یخش الشحناء من قبلی فانها لیست
من شأنی الا و إن أحبکم إلیّ من أخذ منی
حقا ان کان له أو حللنی فلقیت ربی وأنا
طیب النفس ثم نزل فصلی الظهر ثم
رجع إلی المنبر فعاد مقالته الاولی۔[1]

وجاء خلفاء الرسول من بعده فنسجوا
علی منواله راصدین وابهدیه فهذا
أبوبکر یصعد إلی المنبر بعد أن بویع
بالخلافة فتکون اول کلمة یقولها
توکیدا لمعنی المساواة، ونفیا لمعنی
الامتیاز قال ایها الناس قد ولیت
علیکم ولست بخیرکم، إن أحسنت
فاعینونی و إن اسأت فقومونی ثم

مرض الوفات میں آپ حضرت فضل بن
عباس اور حضرت علی کے سہارے گھر سے باہر
تشریف لائے۔ منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر ارشاد فرمایا:
اے لوگو اگر میں نے کسی کے ناحق کوڑا مارا ہے تو یہ میری
پشت ہے وہ بدلہ لیلے۔ اگر میں نے کسی پر تہمت
لگائی ہے تو وہ بھی مجھ پر تہمت لگاکر بدلہ لے لے۔
اگر میں نے کسی کا مال غصب کیا ہے تو میرا مال موجود
ہے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے اور میری طرف
سے بعد میں انتقام لئے جانے کا خطرہ محسوس نہ کرے
کیونکہ یہ میری سرشت میں نہیں ہے۔ دیکھو تم میں سب سے
محبوب مجھے وہ شخص ہے جو اپنا حق (اگر ہو) مجھ سے
لیلے یا اس حق کو درگذر کردے پھر میں اپنے رب سے
اطمینان قلبی کیساتھ ملاقات کروں آپ منبر پر دوبارہ
تشریف لائے اور دوبارہ یہی بات کہی۔

آپ کے بعد خلفاء رسول بھی اسی نہج پر چلتے رہے
خلافت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب منبر
پر تشریف لائے تو سب سے پہلی بات مساوات
پر شدت سے عمل اور امتیاز کو ختم کرنے کی کہی
انھوں نے کہا لوگو مجھے تمہارا ذمہ دار بنا یا گیا ہے
حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں اگر میں عدل
وانصاف کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں

---

[1] بحوالہ تاریخ ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۵۲

يعلن: أطيعوني ما أطعت الله ورسوله[۱]
فإذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم۔

وهذا عمر بن الخطاب. يولي الخلافة
فيكون أكثر تمسكا بهذه المعاني أعطى
أبو بكر القود من نفسه وأقاد الرعية من
الولاة وفعل عمر بن الخطاب مثل ذلك
وتشدد فيه فأعطى القود من نفسه أكثر
من مرة[۲]۔ ولما قيل له في ذلك قال رأيت
رسول الله يعطي القود من نفسه وأبا بكر
يعطي القود من نفسه وأنا أعطي القود من
نفسي[۳]۔ ومن تشدد عمر في هذا الباب أنه
ضرب رجلا فقال له الرجل إنما كنت
أحد رجلين رجل جهل فعلم أو أخطأ
فعفي عنه فقال له عمر صدقت دونك
فامتثل أي اقتص[۴]۔ وأخذ عمر الولاة بما
أخذ به نفسه فما ظلم والٍ رعيته،

رہ اعتدال سے ہٹنے لگوں تو مجھے سیدھا کر دو۔
پھر کہا: جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی
اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور اگر ان
کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت فرض
نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں
نے اس اصول پر اور سختی سے عمل کیا۔ حضرت ابو
بکر نے اپنی ذات سے بدلہ دیا اور رعایا کو والیوں
سے بدلہ دلوایا۔

حضرت عمر بن الخطاب نے بھی ایسا ہی کیا اور اس
اور سختی برتی کئی دفعہ اپنی طرف سے بدلہ دلوایا جب
ان سے اس معاملہ کی سختی کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے
کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے
دوسرے کا حق ادا کیا اور حضرت ابو بکر نے دوسرے کا
حق ادا کیا تو میں بھی دوسرے کا حق اپنی ذات
سے ادا کروں گا۔

حضرت عمرؓ نے اس باب میں جتنی متشددی دکھائی اسکی ایک
مثال یہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو سزا ر مارا تو وہ
شخص بولا کہ میں نے یہ قصور جہالت کی وجہ سے کیا تو اسپر تعلیم
ملنی چاہئے نہ کہ سزا یا نادانستہ غلطی کی تو اسپر معافی ملنی چاہئے
نہ کہ کوڑا، تو حضرت عمرؓ فوراً بولے تم نے ٹھیک کہا لو اَدھ مجھ سے
بدلہ لے لو۔ (یعنی مجھے مار لو)۔

---

۱ بحوالہ تاریخ ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۶۰
۲ بحوالہ سیرۃ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۱۱۳-۱۱۵
۳ بحوالہ "الام" ج ۶ ص ۴۳
۴ بحوالہ الخراج لابی یوسف ص ۶۵

إلا أقاد من الوالی للمظلوم وأعلن علی رؤوس الاشھاد مبداہ، ھذا فی موسم الحج حیث طلب ان یوافوہ فی الموسم فلما اجتمعوا خطبھم وخطب الناس قال ایھا الناس إنی ما أرسل إلیکم عمالا لیضربوا أبشارکم ولا لیأخذوا أموالکم وإنما أرسل إلیکم لیعلموکم دینکم وسنت نبیکم فمن فعل بہ شیئ سوی ذلک فلیرفعہ إلی فوالذی نفس عمر بیدہ لاقصنہ منہ۔[1]

حضرت عمر نے والیوں کیساتھ وہی معاملہ کیا جو انھوں نے اپنی ذات کیساتھ کیا اس لیے جس والی نے رعایا پر ظلم کیا حضرت عمر نے مظلوم کا بدلہ اس سے لیا اور اپنے اس قانون کا علی الاعلان اظہار کیا۔ حج کے موسم میں سب کو جمع ہونے کا حکم دیا جب سب جمع ہوئے تو تقریر کی اور ارشاد فرمایا لوگو میں نے اپنے گورنر اس لئے نہیں مقرر کئے ہیں تاکہ وہ تمھیں زدوکوب کریں اور نہ اس لیے کہ وہ تمہارا مال ہڑپ کریں، ان کو میں نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ تم کو تمہارا دین اور تمہارے نبی کی سنت سکھائیں۔ اگر کسی گورنر نے اس کی خلاف ورزی کی ہے تو مجھے بتاؤ بخدا قسم اس سے اس کا بدلہ ضرور لے گا۔

حاکم و محکوم میں مساوات

چنانچہ ان تعلیمات اور علمی وعملی ہدایات کا یہ اثر ہوا کہ۔ خیر القرون کا تو کہنا ہی کیا۔ کہ اس کی تو نظیر ہی نہیں مل سکتی، بعد کے ادوار میں بھی جبکہ خلافت و قضاء کے مناصب پر فائز ہونے والے اسلام سے عملاً خاصے دور ہو چکے تھے اور جن کے نظام کو "اسلامی نظام" کہنا بھی پوری طرح درست نہیں اس میں بھی "مساوات اور عدل" فی الجملہ باقی رہے جس کی صدہا مثالیں ملتی ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے یہاں صرف ایک مثال (ہارون رشید کے بیٹے مامون کے دور خلافت کی) جسے أقضی القضاۃ الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ بیان کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے:۔

---

[1] بحوالہ تاریخ ابن الاثیر صفحہ ج۲ وکتاب الخراج لابی یوسف صفحہ ۶۶۔

إلا أقاد من الوالي للمظلوم وأعلن على رؤوس الأشهاد مبداه، هذا في موسم الحج حيث طلب ان يوافوه في الموسم فلما اجتمعوا خطبهم وخطب الناس قال ايها الناس إني ما أرسل إليكم عمالا ليضربوا أبشاركم ولا ليأخذوا أموالكم وإنما أرسلهم إليكم ليعلموكم دينكم وسنة نبيكم فمن فعل به شيئ سوى ذلك فليرفعه إلي فوالذي نفس عمر بيده لاقصنه منه[1]

حضرت عمر نے والیوں کیساتھ وہی معاملہ کیا جو انھوں نے اپنی ذات کیساتھ کیا اس لیے جس والی نے رعایا پر ظلم کیا حضرت عمر نے مظلوم کا بدلہ اس سے لیا اور اپنے اس قانون کا علی الاعلان اظہار کیا۔ حج کے موسم میں سب کو جمع ہونے کا حکم دیا جب سب جمع ہوئے تو تقریر کی اور ارشاد فرمایا لوگو میں نے اپنے گورنر اس لیے نہیں مقرر کیے ہیں تاکہ وہ تمھیں زدوکوب کریں اور نہ اس لیے کہ وہ تمہارا مال ہڑپ کریں، ان کو میں نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ تم کو تمہارا دین اور تمہارے نبی کی سنت سکھائیں۔ اگر کسی گورنر نے اس کی خلاف ورزی کی ہے تو مجھے بتاؤ بخدا عمر اس سے اس کا بدلہ ضرور لے گا۔

حاکم و محکوم میں مساوات

چنانچہ ان تعلیمات اور علمی و عملی ہدایات کا یہ اثر ہوا کہ۔ خیر القرون کا تو کہنا ہی کیا۔ کہ اس کی تو نظیر ہی نہیں مل سکتی، بعد کے ادوار میں بھی جبکہ خلافت و قضاء کے مناصب پر فائز ہونے والے اسلام سے عملاً خاصے دور ہو چکے تھے اور جن کے نظام کو "اسلامی نظام" کہنا بھی پوری طرح درست نہیں اس میں بھی "مساوات اور عدل" فی الجملہ باقی رہے جس کی صدہا مثالیں ملتی ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے یہاں صرف ایک مثال (ہارون رشید کے بیٹے مامون کے دور خلافت کی) جسے أقضی القضاۃ الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ بیان کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے:۔

---

[1] بحوالہ تاریخ ابن الاثیر صفحہ ۲۰ ج ۲ و کتاب الخراج لابی یوسف صفحہ ۶۶۔

ان المامون كان يجلس للمظالم في يوم الاحد فنهض ذات يوم من مجلس فلقيته امرأة في ثياب رثة و شكت إليه في رجل فاعتذر إليها المامون قال هذا أوان صلاة الظهر فانصرفي احضر الخصم في اليوم الذي يجلس للمظالم فانصرفت و حضرت يوم الأحد في اول الناس فقال المامون من خصمك فقالت القائم على رأسك العباس بن امير المؤمنين فقال المامون لقاضيه يحيى بن أكثم. او قيل لوزيره احمد بن خالد فاجلسها معه و نظر بينهما . . .

. بحضرة المامون

وجعل كلامها يعلو فزجرها بعض حجابه فقال له المامون دعها فان الحق انطقها والباطل أخرسه وامر برد ضياعها عليها.[1]

مامون ہر اتوار کو لوگوں کی شکایات سننے بیٹھتا تھا۔ ایک روز اپنی مجلس سے اٹھا تو پھٹے کپڑوں میں ایک عورت آئی اور اس نے ایک شخص کے بارے میں شکایت کی، مامون نے اس سے معذرت کی اور کہا یہ ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ واپس جاؤ جس دن میں شکایات کو رفع کرنے کیلئے بیٹھوں اس دن اپنے فریق کو لیکے آنا۔ اتوار کو وہ عورت سب سے پہلے حاضر ہوئی۔ مامون نے اس سے پوچھا تمہارا فریق مخالف کون ہے، اس نے جواب دیا آپکے سرہانے کھڑا ہوا شخص، امیر المومنین کا بیٹا عباس، مامون نے قاضی یحیی بن اکثم سے کہا یا اپنے وزیر احمد بن خالد سے کہا اس عورت کو عباس کے برابر بٹھادو اور مقدمہ شروع کرو، چنانچہ اس عورت کو عباس کے برابر بٹھادیا گیا اور مقدمہ مامون کی موجودگی میں شروع ہوا عورت کی آواز بلند ہوتی جارہی تھی کسی نے اس کو تنبیہ کی تو مامون نے کہا اسے کہنے دو کیونکہ حق نے اس کو قوت گویائی عطا کردی ہے اور باطل نے عباس کو گونگا بنادیا ہے پھر اس عورت کا ضائع شدہ مال لوٹانے کا حکم دیا۔

---

[1] الاحکام السلطانیہ صفحہ ۸۰-۸۱۔

بعض قوانین سے امتیاز کا شبہ

یہ ہیں وہ نمونے جس کے مطابق عادل حقیقی نے اپنے بندوں کو فیصلے کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گذارنے کا حکم دیا ہے۔ "عدل" اور "کامل مساواۃ" کے اصول پر بعض فقہاء استنباطی و اجتہادی جزئیات سے، بادی النظر میں، زد پڑتی معلوم ہوتی ہے مثلاً: "قصاص فی النفس" میں بعض فقہاء کے یہاں۔ حر و عبد اور ذکر و انثی کے درمیان مماثلت نہ ہونا، یا کافر و مسلم کے درمیان بعض مخصوص شکلوں میں جمہور فقہاء کے نزدیک قصاص کا عدم وجوب۔ لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ: ایک یا چند فقہاء کے متعین مسلک کو معیار سمجھ کر اور اسے بنیاد بنا کر نفس اسلام و شریعت کے بارے میں عدم انصاف و مساوات کی بدگمانی کرنا اصولاً یوں بھی درست نہیں کیونکہ کوئی خاص فقہی مسلک شریعت اسلام کے بالکل مرادف نہیں ہے۔

کسی ایک خاص فقہی مسلک کو کل شریعت سمجھنا درست نہیں

اگر کسی ایک قابل ذکر اور مستند و متنوع فقیہہ کے یہاں بھی (قطع نظر اس سے کہ اسلام نے حر و عبد اور عورت و مرد کے درمیان بہت سے احکام میں فرق رکھا ہے)۔ حر و عبد، مرد و عورت اسی طرح کافر و مسلم کے درمیان۔۔ قصاص کا وجوب ملتا ہے تو اصولاً شریعت پر زبان طعن دراز کرنے کا حق نہیں رہ جاتا کیونکہ بہرحال "اصل صحیح" سے ماخوذ ہونے کی بنا پر "شریعت" کہلانے کا وہ مستحق ہے چہ جائیکہ اس صورت میں جبکہ متعدد فقہاء کا مسلک آثار و احادیث صحیح کی روشنی میں یہی ہو کہ ان کے مابین کچھ شرطوں کے ساتھ (اور شرطیں تو مرد اور مرد، اسی طرح مسلم اور مسلم کے درمیان قصاص کے لئے بھی ہیں) قصاص واجب ہے تب تو کچھ کہنے کی مجال نہیں ہی رہتی ہے۔ یہاں اس وقت فقہی اختلافات یا ان کے مابین محاکمہ کر کے کسی قول کو ترجیح دینا موضوع سے نیز مقصد سے خارج ہونے کے علاوہ تطویل کا موجب بھی ہے اس لئے اس سے تعرض کرنا

پیش نظر نہیں بس اس وقت ذہن میں پیدا ہو سکنے والی ایک چبھن کا ازالہ مطلوب ہے اسی لئے صرف دو فقہی نقول پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ مشہور مالکی فقیہہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد الحفید القرطبی کی معروف کتاب "بدایۃ المجتہد"[1] سے اس بحث کے ضروری حصے نقل کئے جاتے ہیں:۔

أما الحر اذا قتل العبد عمداً فان العلماء اختلفوا فیہ وقال ابو حنیفۃ واصحابہ یقتل الحر بالعبد۔۔۔۔۔۔ وقال قوم یقتل الحر بالعبد۔۔۔۔۔۔ ومن قال یقتل الحر بالعبد احتج بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام المسلمون تتکافأ دماءھم۔ واستدل الفقیہ الحنفی علاء الدین الکاسانی[2] بقولہ: ولنا عمومات القصاص من نحو قولہ تبارک وتعالیٰ کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ وقولہ سبحانہ وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس، وقولہ جلت عظمتہ "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا"

حر اگر عبد کو عمداً قتل کر دے تو علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم اور ان کے تلامذہ فرماتے ہیں حر کو عبد کے بدلے قتل کیا جائے گا اور بعض علماء نے بھی کہا کہ "حر" عبد کے بدلے قتل ہوگا۔ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے 'حضورؐ نے فرمایا' مسلمانوں کا خون برابر سرابر ہے حنفی فقیہہ علاء الدین کاسانی نے مزید دلیل دی کہ قصاص کی آیات کا عموم بھی ہمارا مستدل ہے جیسے اللہ کا ارشاد "کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس" اور "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ۔۔۔ سلطانا" یہ سارے احکام بلا تفصیل اور انسانوں کے درمیان کی تفریق کے بغیر دیے گئے ہیں۔

---

[1] بدایۃ المجتہد ص ۳۹۱ ج ۲ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ

[2] بدائع الصنائع ص ۲۳۷ ج ۷

من غير فصل بين قتيل وقتيل ونفس
ونفس ومظلوم ومظلوم.... وقوله
سبحانه: ولكم في القصاص حياة
تحقيق معنى الحياة في قتل المسلم
بالذمي أبلغ في قتل المسلم بالمسلم
لأن العداوة الدينية تحمل على القتل.
ومن الحجة أيضا لمن قال ليقتل الحر بالعبد
ما رواه الحسن عن سمرة أن النبي
صلى الله عليه وسلم قال من قتل عبدا
قتلناه ولما كان قتله محرما
كقتل الحر وجب أن يكون القصاص
فيه كالقصاص في الحر وأما قتل ا
لمؤمن بالكافر الذمي فاختلف العلماء
في ذالك على ثلاثة أقوال.....
وقال قوم يقتل به وممن قال
بذالك ابو حنيفة وأصحابه و
ابن ابي ليلى. وأما أصحاب أبي
حنيفة فاعتمدوا في ذلك آثاراً
منها حديث يرويه ربيعة
بن أبي عبد الرحمن السلماني
قال قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "ولکم فی القصاص حیاۃ"
کی غرض اس مسلمان کے قتل کرنے سے جس نے دوسرے
مسلمان کو قتل کیا ہے جس طرح پوری ہوگئی ہے اس
سے زیادہ اس صورت میں پوری ہوتی ہے جب مسلمان
کو غیر مسلم کے بدلے میں قتل کیا جائے کیونکہ دینی عداوت
ومخالفت اکثر قتل پر انسان کو ابھارتی ہے، اسی
طرح جن لوگوں نے حر کو عبد کے بدلے میں قتل
کرنے کی بات کہی ہے ان کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو
حضرت حسن بصری نے حضرت سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ
نبی کریم صلعم نے فرمایا جس نے کسی غلام کو قتل کیا ہم اس
کو قتل کریں گے، غلام کو قتل کرنا بھی اسی طرح حرام
ہے جس طرح آزاد کو، اس لئے غلام کا قصاص بھی حر
کے قصاص لینے کی طرح ہوگا... ذمی کافر کے بدلے
مسلمان کو قتل کرنے کے سلسلہ میں علماء کے تین اقوال
ہیں، بعض لوگوں نے کہا ایسے مسلمان کو بھی قتل کیا
جائے گا یہ قول امام اعظمؒ ان کے تلامذہ اور ابن
ابی لیلیٰؒ کا ہے، تلامذۂ امام اعظم کے مسلک کی بنیاد
چند حدیثوں پر ہے حضرت ربیعہ بن ابو عبد الرحمن
سلمانی راوی ہیں کہ حضور صلعم نے ایک مسلمان
کو ایک ذمی کے بدلہ قتل کرایا اور فرمایا:
میں عہد کو پورا کرنے کا سب سے زیادہ

رجلا من أهل القبلة برجل من أهل الذمة وقال انا احق من وفى بعهده ورووا ذلك عن عمر واما من طريق القياس فانهم اعتمدوا على اجماع المسلمين فى أن يد المسلم تقطع إذا سرق من مال الذمى قالوا فاذا كانت حرمة ماله كحرمة مال المسلم فحرمة دمه كحرمة دمه.

حقدار ہوں۔ یہ روایت بطریق عمرؓ مروی ہے۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ اس لئے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی مسلمان ذمی کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا تو فقہار نے کہا ہے کہ جب ذمی کا مال مسلمان کے مال کی طرح حرام ہے تو اس کا خون بھی مسلمان کے خون کی طرح حرام ہے۔

پھر آگے چل کر ابن ارشد فرماتے ہیں:

وأما قتل الذكر بالانثى فان ابن المنذر وغيره حكى انه اجماع الا ما حكى عن على من الصحابة وعن عثمان البتى . . . . .

مرد کو عورت کے بدلہ قتل کرنے کے سلسلہ میں ابن منذر اور دوسروں سے اجماع نقل کیا گیا ہے البتہ اس میں صحابہ میں حضرت علیؓ اور تابعین میں سے عثمان بتی کا اختلاف ہے۔

اسی طرح ذمی کی دیت مسلم کے برابر والا قول بھی بعض فقہار کا ہے جیسا کہ چند صفحے[1] بعد اسی کتاب میں مذکور ہے:

أما دية أهل الذمة إذا قتلوا خطأً فان للعلماء فى ذلك ثلاثة أقوال ..... والقول الثالث ان ديتهم مثل دية

اگر ذمی خطأً قتل ہو جائیں تو ان کی دیت کے سلسلہ میں علمار کے تین مسلک ہیں تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی دیت مسلمانوں کی دیت کے مثل ہوگی۔ یہی مسلک امام اعظمؒ

---

[1] بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۵-۳۰۶

المسلمین وبہ قال أبو حنیفة والثوری وجماعة وھو مروی عن ابن مسعود وقد روی عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وقال بہ جماعة من التابعین...... وعمدة الحنیفة عموم قولہ تعالیٰ "وإن کان من قوم بینکم و بینھم میثاق فدیة مسلمة إلی أھلہ وتحریر رقبة مؤمنة" ومن السنة مارواہ معمر عن الزھری قال دیة الیھود والنصاری و کل ذمی مثل دیة المسلم قال وکانت کذلک علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی۔

سفیان الثوریؒ اور دوسرے فقہا کا ہے اور یہی مسلک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا ہے۔ تابعین کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے۔ حنیفہ کی دلیل اللہ کے اس ارشاد کا عموم ہے۔ "وإن کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیة مسلمة إلی أھلہ وتحریر رقبة مومنة" اور معمر زہری سے راوی ہے کہ حضور نے فرمایا یہود و نصاریٰ کی دیت اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے مثل ہے۔ راوی کہتے ہیں۔ عہد نبوی اور خلفاء اربعہ (حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کے دور میں اسی پر عمل ہوتا رہا۔

عورت و مرد کے بعض احکام میں امتیاز کی وجہ

ہاں! یہاں عدم مساوات کا وہم اس اتفاقی مسئلہ سے ہو سکتا ہے کہ، عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف برابر ہے جیسا کہ نقل کیا گیا ہے[۵]

---

[۵] اس موقعہ پر حضرت الاستاذ علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ کے، باقی آئندہ

أما دية المرأة فانهم اتفقوا على انها على النصف من دية الرجل فقط۔[۱]

عورت کی دیت کے سلسلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ مرد کی دیت کے نصف ہوگی۔

اس کی ایک عقلی توجیہہ مشہور حنفی فقیہہ برہان الدین مرغینانی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "ھدایہ"[۲] میں یہ کی ہے:

ان الأطراف يسلك بها مسالك الاموال فيمتنع التماثل بالتفاوت فی القيمة وهو معلوم قطعا بتقويم الشرع فامكن اعتباره۔

اعضاء کے بارے میں بسا اوقات وہ معاملہ کیا جاتا ہے جو مال کے ساتھ ہوتا ہے' اس وجہ سے عورت و مرد کے اعضاء کی قیمتوں میں یکسانیت مفقود ہوگی کیونکہ شریعت نے ان کی قیمت (دیت کے مسئلہ میں) الگ الگ مقرر کی ہے اس لئے اس فرق کو ملحوظ رکھنا ممکن ہوا۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ ابن القیم الجوزی کو کہ انھوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اعلام الموقعین"[۳] میں بڑا ہی اطمینان بخش جواب دیدیا ہے جس سے صرف ایک مسئلہ کے بارے ہی نہیں بلکہ اس طرح کے تمام مسائل کے سلسلہ میں پیدا ہونے والی ذہنی الجھن دور ہو جاتی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے ان کے زریں افادات کے صرف ضروری اور متعلقہ حصے ہی پیش کئے جاتے ہیں۔

بقیہ گذشتہ: اس فقیہانہ قول کا ذکر مناسب ہوگا جو موصوف نے درس دیتے ہوئے اسی طرح کے شبہات دور کرنے کے لئے فرمایا تھا' وہ یہ کہ: "مساوات کے معنیٰ نفس قانون میں مساوات کے نہیں' نفاذ قانون میں مساوات برتنے کے ہیں"۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے احقر کی کتاب "معاشرتی مسائل" ص۱۱۶)۔ [۱] بدایۃ المجتہد ج۲ ص۵-۴۰۶۔ [۲] ہدایہ ج۴ ص۵۵۲ (کتب خانہ رشیدیہ دہلی)۔ [۳] اعلام الموقعین ج۲ ص۱۴۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت۔

سوى بين الرجل والمرأة فى العبادات البدنية والحدود وجعلها على النصف منه فى الدية والشهادة والميراث والعقيقة فهذا ايضاً من كمال شريعته وحكمتها و لطفها...... واما الدية فلما كانت المرأة انقص من الرجل و الرجل انفع منها ويسد ما لا تسده المرأة من المناصب الدينية والولايات وحفظ الثغور والجهاد وعمارة الارض وعمل الصنائع التى لا تتم مصالح العالم الا بها والذب عن الدنيا والدين لم تكن قيمتها مع ذلك متساوية وهى الدية.

شریعت اسلامی نے عبادات بدنیہ اور سزا میں مردوں اور عورتوں کو یکساں قرار دیا۔ اور دیت شہادت (گواہی) میراث اور عقیقہ میں عورت کو مرد کے نصف پر رکھا۔ یہ بھی شریعت کے کامل اور مبنی بر حکمت ہونے کی دلیل ہے۔ دیت میں عورت مرد کا نصف اس لئے ہے کہ عورت مرد کے مقابلہ میں ناقص ہے کیونکہ مرد عورت سے زیادہ نافع ہے کہ وہ ایسی بہت سی دینی و دنیاوی خدمات کی انجام دہی مثلاً سرحدوں کی حفاظت جہاد میں شرکت، اور کھیتی وغیرہ کا کام کرتا ہے جو عورت نہیں کر سکتی۔ ان کے علاوہ اور بھی وہ بہت سے کام کرتا ہے جو دنیا کے لئے ازبس ضروری ہیں غرض وہ دین و دنیا کی حفاظت کرتا ہے، مگر عورت نہیں کر سکتی۔ اسی لئے عورت کی اہمیت دیت میں مرد کے برابر نہیں اس کا نصف ہے۔

عورت و مرد کے درمیان طبعی فرق

گویا عورت کے کسی عضو کا تلف ہونا (مرد کے عضو کے تلف ہونے کے مقابلہ میں) آدھا اس لئے سمجھا گیا ہے کہ اس عضو کی واقعی افادیت (مرد کے عضو کے مقابلے میں) آدھی ہی تھی تو جتنا نقصان ہوا اتنا تاوان مل گیا۔ یہی تو "عدل" ہے" اس کے خلاف ہوتا تو عدل کے منافی ہوتا اور اس کا مطلب یہ ہوتا کہ ایک شخص کی کم قیمت چیز کا بھی وہی تاوان دلوایا گیا جو دوسرے شخص کی بیش قیمت چیز کا (صدق اللہ العظیم: "الا یعلم من

خلق و ھواللطیف الخبیر") اور یہ حقیقت کہ مرد کی تمام قوتیں (جس میں قوت عمل بھی ہے اور دماغی صلاحیت بھی) مرد سے کم ہوتی ہیں علمائے شریعت ہی کے یہاں نہیں، طبعیات کے عالموں کے نزدیک بھی مسلم ہے جیساکہ ڈاکٹر فرید وجدی نے اپنی مرتب کردہ "دائرۃ المعارف" میں مستند اور ماہر ڈاکٹروں کے حوالہ سے لکھا ہے۔ یہاں اس بارے میں ان کی پیش کردہ عصری تحقیقات کا ضروری حصہ جستہ جستہ نقل کیا جا رہا ہے۔[1]

أثبت علم التشریح ان الرجل أقوی من المرأۃ جسما من سائر الجھات و بدرجۃ محسوسۃ... أثبت العلم بالتجربۃ أن متوسط طول المرأۃ أقل متوسط طول الرجل..... وھذا الفرق یشاھد عند المتوحشین کما ھو عند المتمدنین (وکذلک الفرق بینھما فی الثقل) وأما من جھۃ المجموع العضلی فانہ عند المرأۃ أقل کما انہ عند الرجل بکثیر. قال الدکتور "دوفادینی" فی دائرۃ المعارف الکبری..... إنہ أقل حجما و أضعف منہ عند الرجل بقدر الثلث وحرکاتہ	علم التشریح کی رو سے یہ بات طے شدہ ہے کہ مرد عورت سے ہر طرح کی جسمانی قوت میں بڑھا ہوا ہے اور اس کا یہ تفوق ظاہر ہے سائنس سے بھی اس بات کی تصدیق ہوئی ہے مثلاً تجربہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا متوسط طول مرد کے متوسط طول سے کم ہوتا ہے۔ یہ فرق تہذیب یافتہ لوگوں میں جس طرح واضح ہے اس طرح غیر مہذب لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ (یہی فرق ان کے جسمانی بوجھ کے درمیان بھی ہے) دوسرے اعضاء کی حیثیت سے بھی عورت کی قوت مرد کی قوت کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ ڈاکٹر "دوفارینی" نے دائرۃ المعارف الکبری میں لکھا ہے کہ عورت کے اعضاء مرد کے اعضاء کے مقابلہ میں ایک تہائی حجم میں کم ہوتے ہیں۔ عورت کے

[1] دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین) مرتبہ ڈاکٹر فرید وجدی باقی آئندہ۔

أقل سرعة وأقل ضبطا اما القلب وهو مركز القوة الحيوية فانه عند المرأة أصغر وأخف بمقدار ٦٠ غراما في المتوسط واما الجهاز التنفسي فانه لدى الرجل أقوى منه لدى المرأة ...... ولذلك فحرارة المرأة أقل من حرارة الرجل أما الحواس الخمس فقد اثبت الاستاذان "نيكولس" و"بيليه" أنها أضعف عند المرأة منها عند الرجل ...... وقد برهن الاستاذان "لومبروزو" و "سيرجي" وغيرهما بان المرأة تحتمل الألم أكثر من الرجل مما يدل على قلة احساسها به قال "لومبروزو" وهذا من حسن حظ الانسان فان المرأة معرضة لكثير من الآلام كالحمل والوضع وغيرهما ولو كانت

اعضاء مرد کے اعضاء کے مقابلہ میں کم متحرک اور کم متوازن ہوتے ہیں۔ قلب جو زندگی کی قوت کا مرکز ہے متوسط مرد کے مقابلہ میں ۶۰ گرام چھوٹا اور ہلکا ہوتا ہے۔ تنفسی نظام بھی مرد کا عورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہوتا ہے اسی لئے عورت کی حرارت مرد کی جسمانی حرارت سے کم ہوتی ہے حواس خمسہ کے بارے میں "مسٹر نیکولاس" اور "مسٹر بیلیہ" نے تحقیق کی ہے کہ عورت کے حواس خمسہ مرد کے حواس خمسہ سے کمزور ہوتے ہیں۔

مسٹر لومبروزو" اور "مسٹر سیرجی" وغیرہما نے ثابت کیا ہے کہ عورت مرد کے مقابلہ میں غم کو زیادہ برداشت کرتی ہے اور یہ اس کی قوت حاسہ کی کمی کی وجہ سے ہے۔ مسٹر لومبروزو نے کہا کہ یہ انسان کی خوش قسمتی کی بات ہے کیونکہ عورت کو تکلیفوں سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے جیسے حمل، وضع حمل وغیرہ۔ اگر وہ مرد کی طرح حساس ہوتی

بقیہ گذشتہ ۱۔ (بیروت طبقہ ثالثہ ۱۹۷۱ء از ص ۵۹۹ تا ص ۶۰۲ المجلد الثامن)

....[redacted]ت....
[redacted]ئرة
معارف الكبيرة إن هذا الفرق يشاهد
عند البتاجونيين (بعض متوحشي امريكا)
كما يشاهد عند سكان باريز"....
أثبت العلم (أي علم النفس بالتجربة)
ان مخ الرجل يزيد عن مخ المرأة بمقدار
مائة غرام في المتوسط ، و ....
ان مخ الرجل الى جسمه هي كنسبة واحد
إلى اربعين اما نسبة مخ المرأة إلى
جسمها فكنسبة واحد إلى اربعة
واربعين و فرق بين النسبتين غير
هذا فان مخ المرأة اقل تثنيات
وتلافيف واقل نظاما وهذه المشاهدة
يعدها العلماء من أكبر مميزات
الجنسين وكذلك يوجد اختلاف
بين المخين في الجوهر السنجابي في
الذي هو مادة المدركة من المخ
فهو عند النساء أقل منه عند
الرجال بدرجة محسوسة
جدا ....

تو ان پریشانیوں کو ہرگز نہ جھیل پاتی۔

مسٹر "دو فارینی" نے دائرۃ المعارف الکبریٰ میں لکھا ہے کہ یہ فرق بتاجونی (امریکا کی ایک غیر مہذب قوم) میں بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ پیرس کے رہنے والوں میں ہے۔

سائنسی تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرد کا دماغ اوسطاً عورت کے دماغ کے مقابلہ میں ساٹھ گرام زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مرد کے دماغ اور اس کے جسم کے درمیان ایک اور چالیس کی نسبت ہے جبکہ عورت کے دماغ اور اس کے جسم کا تناسب ایک اور ۴۴ کا ہے ان دونوں تناسب میں اس کے علاوہ بھی فرق ہے چنانچہ عورت کا دماغ اپنی فطری ساخت ہی میں کم منظم ہوتا ہے یہ فرق سائنس دانوں کے نزدیک دونوں جنسوں کے درمیان بہت بڑا ہے اسی طرح یہ فرق دونوں دماغوں کے جوہر میں بھی ہوتا ہے دماغ کی قوت مدرکہ عورت میں مرد کے مقابلہ میں محسوس حد تک کم ہوتی ہے۔

حساسة كالرجل لربما استطاعت ....

قال الاستاذ "دوفاديني" في دائرة معارف الكبيرة إن هذا الفرق يشاهد عند البتاجونيين (بعض متوحشي امريكا) كما يشاهد عند سكان باريز ....

أثبت العلم (أي علم النفس بالتجربة) ان مخ الرجل يزيد عن مخ المرأة بمقدار مائة غرام في المتوسط، و ......

ان مخ الرجل الى جسمه هي كنسبة واحد إلى اربعين اما نسبة مخ المرأة إلى جسمها فكنسبة واحد إلى اربعة واربعين و فرق بين النسبتين غير هذا فان مخ المرأة اقل تنيات وتلافيف فيه اقل نظاما وهذه المشاهدة يعدها العلماء من أكبر مميزات الجنسين وكذلك يوجد اختلاف بين المخين في الجوهر السنجابي الذي هو مادة المدركة من المخ فهو عند النساء أقل منه عند الرجال بدرجة محسوسة جدا ....

توان پریشانیوں کو ہرگز نہ جھیل پاتی۔

مسٹر "دوفاریني" نے دائرۃ المعارف الکبریٰ میں لکھا ہے کہ یہ فرق بتاجونی (امریکا کی ایک غیر مہذب قوم) میں بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ پیرس کے رہنے والوں میں ہے۔

سائنسی تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرد کا دماغ اوسطاً عورت کے دماغ کے مقابلہ میں ساٹھ گرام زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مرد کے دماغ اور اس کے جسم کے درمیان ایک اور چالیس کی نسبت ہے جبکہ عورت کے دماغ اور اس کے جسم کا تناسب ایک اور ۴۴ کا ہے ان دونوں تناسب میں اس کے علاوہ بھی فرق ہے چنانچہ عورت کا دماغ اپنی فطری ساخت ہی میں کم منظم ہوتا ہے یہ فرق سائنس دانوں کے نزدیک دونوں جنسوں کے درمیان بہت بڑا ہے اسی طرح یہ فرق دونوں دماغوں کے جوہر میں بھی ہوتا ہے دماغ کی قوت مدرکہ عورت میں مرد کے مقابلہ میں محسوس حد تک کم ہوتی ہے۔

اور ان سب پر مستزاد اس انکشاف نے تو ساری کسر ہی پوری کر دی۔

الاختلاف الطبعی یزداد	تہذیب وتمدن کے فروغ کی وجہ سے۔
وضوحا بازدیاد التمدن	یہ طبعی فرق بڑھتا جا رہا ہے اس طرح پر کہ
بحیث أصبح الفرق بین	سفید فام مرد اور سفید فام عورت کے درمیان
الابیض والبیضاء أکبر	یہ فرق سیاہ فام مرد اور سیاہ فام عورت
من الاسود والسوداء"	سے زیادہ ہوتا ہے۔

لیکن منصف مزاج اور شریف الطبع قلب مومن رکھنے والے مرتب اس سب کے باوجود یہ کہہ آئے ہیں:۔

وھذا الضعف لا نتخذہ	لیکن اس فرق کا یہ مطلب نہیں ہے
نحن دلیلا علی حقارۃ قدر	کہ ہم عورت کو حقیر سمجھنے لگیں بلکہ یہ بھی ہمارے
المرأۃ ولکن عنوانا علی حکمۃ	رب کی حکمت کی ایک واضح دلیل ہے جس
ربنا الذی أعطی کل شیٔ خلقہ	پروردگار نے مخلوق کو پیدا کیا پھر اس کو
ثمہ ھدی، فانہ جلت قدرتہ	سیدھا راستہ دکھلایا کیونکہ اس کی قدرت
کما قضی علی المرأۃ باداء	نے عورت کے ذمہ وہی کام سپرد کیے
وظیفۃ خاصۃ لم یھیھا	جو اس کی فطری صلاحیتوں کے مطابق
الا مایلائمھا من الاستعداد	ہیں۔ جیسا کہ اس نے کہا ہے ہم نے ہر شے کو
والقوی کما یقول جل جلالہ	ایک خاص اندازے سے پیدا کیا
انا کل شیٔ خلقناہ بقدر۔	ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس اگرچہ خاصہ طویل ہو گیا مگر میں سمجھتا ہوں کہ گراں ہونے کے بجائے ان شاء اللہ ایمان افروز اور بصیرت افزا ثابت ہو گا۔

غلام و باندی کی سزائیں!

ایک اشکال غلاموں کی شرعی سزائیں (حدود)